صرف احمدی احباب کی تعلیم تربیت کیلئے

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب

تصنیف

راشد محمود

شائع کردہ: مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

''حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب''

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب ان پاک وجودوں میں سے ہیں جنہوں نے جوانی میں ہی تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ حضرت مسیح پاکؑ کی پیار کی نظر آپ پر پڑی اور آپ خدا تعالیٰ کے عظیم فضلوں کے وارث بنے۔ دنیاوی جاہ وجلال اور شان وشوکت اپنی جگہ مگر آپ کی ذات کو حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک انتہائی قریبی رشتہ داری ہونے کے باوجود آپ عاجزی، انکساری، ہمدردئ خلق، مہمان نوازی، انفاق فی سبیل اللہ کا ایک نمونہ تھے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان پاک وجودوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

خاکسار

فرید احمد نوید

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

پیش لفظ

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے داماد اور عظیم رفیق حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ جیسے وجود کے فرزند ہیں جنہوں نے ہر قسم کی آسائش کو چھوڑ کر حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی قربت پانے کے لئے ایک چھوٹے سے حجرے میں رہنا پسند فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کے سلسلہ بیعت میں صرف غریب اور کمزور لوگ ہی شامل نہ ہوئے بلکہ ایسے افراد بھی کثرت سے شامل ہوئے جن کی مالی حیثیت بڑی مستحکم تھی اور دنیوی لحاظ سے بھی عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ لیکن جب قبول کر لیا تو پھر باہمی اخوت، محبت اور مساوات کا عظیم نمونہ دنیا کیلئے قائم کیا۔

حضرت نواب عبداللہ خان صاحب ایسے ہی وجودوں میں سے تھے جنہیں بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کی دامادی کا شرف بھی حاصل ہوا اور ''دخت کرام'' حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ آپ کے عقد میں آئیں۔

زیر نظر کتاب شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کے مبارک موقع پر شائع کی گئی ہے اور یہ اس کی طبع اول ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں خاکسار مکرم جمیل احمد انور صاحب اور مکرم عبدالحیٔ ناصر صاحب کے تعاون کا شکر گزار ہے۔ خدا تعالیٰ تمام معاونین کو اجر عظیم سے نوازے اور حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

والسلام

خاکسار

حافظ محمد ظفر اللہ کھوکھر

مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی رفیق حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب کے صاحبزادے تھے جنہوں نے عین عنفوان شباب میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی توفیق پائی۔ آپ یکم جنوری 1896ء کو پیدا ہوئے۔ ابھی اڑھائی تین سال ہی کے تھے کہ والدہ کی شفقت بھری گود سے محروم ہو گئے۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب اپنے والد ماجد (حضرت نواب محمد علی خان صاحب) کے ہمراہ اواخر دسمبر 1901ء میں ہجرت کر کے مالیر کوٹلہ سے قادیان آ گئے تھے۔ اس طرح آپ کو تقریباً ساڑھے چھ سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک صحبت میں رہنے کا موقع ملا اور لمبا عرصہ تک حضرت صاحب کی مہمان نوازی سے فیض یاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کو یہ اعزاز بھی بخشا کہ خدا کے پاک مسیح نے اپنی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو جن کے متعلق الہام ''نواب مبارکہ بیگم'' ہو چکا تھا آپ کے عقد میں دے دیا۔

بچپن میں حضرت نواب عبداللہ خان صاحب اور ان کے بھائی میاں عبدالرحیم خان صاحب کو حضرت پیر منظور صاحب موجد قاعدہ یسرنا القرآن نے قرآن مجید ناظرہ پڑھایا تھا اور ترجمہ قرآن آپ نے حضرت حافظ روشن علی صاحب سے پڑھا۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خان

صاحب نے بچپن میں سات پارے بھی حفظ کئے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ گھر میں ابتدائی تعلیم بھی جاری رہی۔

جب عمر تھوڑی زیادہ ہوئی تو مدرسہ کی زندگی شروع ہوئی۔اس زمانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کے بھائی حضرت میاں عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ کیا زمانے تھے۔ہم بھائیوں میں سے ہرایک کی سواری کے لئے ایک ایک گھوڑی تھی۔میری ''مشکی''۔عبداللہ خان کی ''سبزہ''۔عبدالرحمان کی ''کمید''۔ہرایک کا الگ الگ سائیس تھا۔کوٹھی سے مدرسہ گھوڑیوں پر جاتے تھے۔

حضرت نواب صاحب بہترین شکاری،اچھے کھلاڑی اور مدرسہ کی فٹ بال ٹیم کے ممبر بھی رہے۔بیڈمنٹن بھی بہت اچھی کھیل لیا کرتے تھے۔بچپن میں مرغیاں بھی پالی تھیں جس کی وجہ سے حضرت نواب محمد علی خان صاحب ان کو مرغی مینیجر کہتے تھے۔

کالج میں داخلہ

میٹرک میں آپ کے اساتذہ کی رائے تھی کہ یہ پاس نہ ہوسکیں گے اس لئے سکول کی نیک نامی کے لئے انہیں کمرۂ امتحان میں نہ بٹھایا جائے۔خود حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کی بھی یہی رائے تھی مگر آپ کو الہام ہوا مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (یعنی) پھر خدا کے فضل سے آپ نے امتحان دیا اور کامیاب ہوگئے۔اس سے آپ کے خدا تعالیٰ سے تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے۔

حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کا لاہور کے کالجوں میں پڑھتے ہوئے احمدی طلباء کے ایک حصہ پر بڑا احسان ہے۔میٹرک کے بعد جب آپ لاہور کے گورنمنٹ کالج میں داخل ہوئے تو اس وقت احمدی طلباء مختلف کالجوں کے ہوسٹلوں میں رہتے تھے اور ان کے اکٹھے رہنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔آپ نے دوڑ دھوپ کر کے ایک بہت اچھا مکان کرایہ پر لے کر احمدیہ ہوسٹل قائم کروایا۔

غیر احمدی رشتہ کا ختم ہونا

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب اور میاں عبدالرحیم خان صاحب کے رشتے پہلے غیر احمدی رشتہ داروں میں طے ہوئے تھے جو کہ بعد میں ختم ہوگئے۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت والد صاحب (نواب محمد علی خان صاحب) نے مالیر کوٹلہ سے حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں لکھا کہ میں پہلے بھی اس بات کا خواہش مند تھا کہ میرے لڑکوں کے رشتے احمدیوں میں ہوں تا کہ ان میں دینی جذبہ قائم رہے اور وہ غیر احمدیوں کی طرف مائل ہوتے ہیں جو مجھے ناپسند ہے اب جو یہ رشتے ٹوٹے ہیں مجھے اس کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا کہ مجھے تمہارے والد سے بڑی محبت ہے اور والد صاحب کا خط دکھایا اور کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے رشتے احمدیوں کے ہاں ہوں۔اور ان کو ان رشتوں کے ٹوٹنے کی وجہ سے بڑی تکلیف ہوئی ہے۔نوابوں اور رئیسوں کی طرف تم لوگ رغبت نہ کرو۔ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عبرت کے طور پر قائم رکھا ہوا ہے۔تم مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعت نفل پڑھا کرو اور دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نواب صاحب کی مالی تکلیف دور کرے اور اپنے رشتوں کے لئے بھی دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ بہتر جگہ کر دے۔

حضرت نواب عبداللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت خلیفہ اول جمعہ کے روز عصر سے مغرب تک اپنے گھر میں علیحدگی میں دعا کیا کرتے تھے اس لئے جماعت میں بھی ایسی رو چلی ہوئی تھی۔میں بھی کبھی جنگل کی طرف چلا جاتا تھا یا مکان پر ہی دعا کرتا۔

بشارت الٰہی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بشارت دی کہ آپ کی شادی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں ہوگی۔چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت آرام کررہا تھا کہ مجھے خواب میں کسی

نے کہا ''حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں''۔

وہ پاک جذبات جن کے تحت یہ رشتہ ہوا

حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے اپنے بیٹے حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کو تحریر فرمایا کہ

''میں چاہتا ہوں کہ تمہارا رشتہ امۃ الحفیظ حضرت مسیح موعودؑ کی صاحبزادی سے ہو اور یہ مجھ کو اس لئے تحریک ہوئی کہ اس وقت دوسرے بھائیوں کی نسبت تمہیں دین کا شوق ہے......رشتے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ یا (خاندان) مسیح موعودؑ سے......تعلق رشتہ کو موجب برکت وفخر سمجھنا چاہئے اور اپنے آپ کو وہی من آنم کہ من دانم سمجھنا چاہئے۔......میں نے رشتہ کیا...... برابری کا خیال بالکل دل سے نکال دیا۔ جس طرح حضرت اقدسؑ کی عزت کرتا تھا وہی عزت و ادب بعد رشتہ رہا ہے اور جس طرح حضرت (اماں جان) کا ادب وعزت کرتا تھا اسی طرح اب مجھ کو عزت اور ادب ہے اور اس سے بڑھ کر۔ اسی طرح جس طرح اس پاک وجود کے ٹکڑوں کی میں پہلے عزت کرتا تھا ویسی اب ہے۔ اگر یہ طرز تم بھی برت سکو تو پھر اگر تمہاری منشاء ہو تو میں اس کی تحریک بعد استخارہ کروں۔ ورنہ ان پاک وجودوں کی طرف خیال لے جانا بھی گناہ ہے۔''

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کا بیان ہے کہ مجھے چونکہ پہلے خواب بھی آ چکا تھا اور اس سے بڑھ کر میری اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی تھی کہ میرا رشتہ حضورؑ کے ہاں ہو۔ میں نے والد صاحب کی تمام شرائط کو مانتے ہوئے ہاں کہہ دی۔

پس بعد از استخارہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے رشتہ کی درخواست حضرت مصلح موعود کی خدمت میں کی اور رشتہ کرنے کے محرکات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا تھا کہ والدۂ محمود نے تو خواب میں دوسرے بچے عبداللہ خان کو دیکھا ہے۔ اور فرمایا تھا کہ سردست جب تک مبارکہ رخصت نہ ہولے اس بارہ میں گفتگو نہیں ہوسکتی جب مبارکہ رخصت

ہو جائیں گی اس وقت اس کی بابت گفتگو کی جائے گی۔

پھر تحریر کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نورالدین صاحب نے بھی اس رشتہ کے متعلق اشارہ فرمایا تھا۔

جواب میں حضرت مصلح موعود نے تحریر فرمایا کہ

''......عزیز عبداللہ خان نہایت نیک اور صالح نوجوان ہے اور اس کے متعلق ہمیں کسی قسم کا اعتراض نہیں بلکہ ہم سب اس رشتہ کو پسند کرتے ہیں اور خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو یہ رشتہ ہو جائے۔''

چنانچہ 7 جون 1915ء کو بروز دوشنبہ بعد از نماز عصر حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب اور دخت کرام حضرت امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے پندرہ ہزار روپے حق مہر پر پڑھا۔ حضرت مولانا صاحب اس عظیم سعادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ خدا کی عظیم الشان نعمت اور رحمت ہے اور ان کو نصیب ہوئی ہے جن کو خدا تعالیٰ نے ''حجۃ اللہ'' فرمایا ہے۔ اس سے میری مراد حضرت نواب صاحب ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک بیٹی جس کے گھر میں جائے اس کو کس قدر سعادت ہے لیکن بتاؤ اس کی سعادت کا کس طرح اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری بیٹی بھی خدا تعالیٰ کا فضل لے جائے۔ اگر ہزارہا سلطنتیں اور بادشاہتیں بھی حضرت نواب صاحب کے پاس ہوتیں اور انہیں آپ قربان کر کے حضرت مسیح موعودؑ کا دیدار کرنا چاہتے تو ارزاں اور بہت ارزاں تھا لیکن اب تو انہیں خدا تعالیٰ کا بہت ہی شکر کرنا چاہئے کہ انہیں خدا تعالیٰ کے ایک بہت ہی عظیم الشان نبی کی بیٹی مل گئی ہے اور دوسری بیٹی بھی ان ہی کے صاحبزادے کے نکاح میں آ گئی ہے۔''

((رفقاء) احمد جلد 2 صفحہ 297)

رخصتانہ

22 فروری 1917ء بروز جمعرات حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا رخصتانہ عمل میں آیا۔اور مورخہ 23، 24 فروری 1917ء کو حضرت نواب صاحب نے کوٹھی دارالسلام میں احباب کو دعوت ولیمہ پر مدعو کیا۔

((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 60)

اولاد

اللہ تعالیٰ نے حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب اور دخت کرام حضرت امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو جو اولاد عطا فرمائی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

1۔صاحبزادی آمنہ بیگم صاحبہ

2۔صاحبزادہ عباس احمد خاں صاحب

3۔صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ

4۔صاحبزادی ذکیہ بیگم صاحبہ

5۔صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ

6۔صاحبزادہ شاہد احمد خاں صاحب

7۔صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ

8۔صاحبزادہ مصطفیٰ احمد خاں صاحب

حضرت مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا بیان کرتے ہیں کہ حضرت نواب صاحب فرماتے تھے کہ حضرت خلیفہ اول کی نصیحت کے مطابق احمدی رشتہ کے حصول کے لئے دعائیں کیں۔ایک پٹھان بزرگ نے جن سے میں دعا کرواتا تھا خواب دیکھا کہ ایک تین کونوں والا باغ ہے جس کے دو کونے تو سوکھ گئے ہیں مگر تیسرا کونہ نہایت سرسبز و شاداب اور پھلوں پھولوں

والا ہے۔اس کی تعبیر بعد میں سمجھ آئی کہ میرے دونوں سگے بھائیوں کی شادیاں غیر احمدی خاندانوں میں ہوئیں اور وہ اولاد سے محروم رہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اولاد در اولاد دی۔

شادی کی برکات

اس شادی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نواب صاحب کو دینی و دنیوی حسنات سے نوازا اور غیب سے اللہ تعالیٰ نے عجیب در عجیب رنگ میں آپ کی مشکلات کو دور فرمایا۔

سندھ میں آپ نے اراضی خریدی تو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔لیکن حضرت اماں جان، خاندان حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت بخشی اور آپ کو ان نا مساعد حالات سے باہر نکالا۔ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ

''خدا تعالیٰ نے عجیب در عجیب رنگ میں میری مشکلات کو دور فرمایا۔ مجھے ہر رنگ میں نوازا۔میری اس قدر پردہ پوشی فرمائی جس کا اندازہ سوائے میری ذات کے کوئی نہیں لگا سکتا...... جب میں نے نواب شاہ سے یہاں آنے کے لئے استخارہ کیا کہ کیا میں اس رقبہ کو حاصل کروں یا نہ۔تو اس دعا اور استخارہ کے نتیجے میں مَیں نے ایک لرزا دینے والی آواز سنی جو کہ میرے اپنے وجود میں پیدا ہو رہی تھی کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔اس رقبہ کو لینے کے بعد کس قدر مایوس کن حالات پیش آئے وہ لوگ جو اس وقت میرے ساتھ تھے وہ جانتے تھے کہ کس قدر مشکلات کا سامنا تھا۔ بسا اوقات میں خود یہ محسوس کرتا تھا کہ میں سندھ میں نہ رہ سکوں گا۔لیکن خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ مجھے عزت دے گا اور اپنی قدرت نمائی دکھائے گا۔میری ہر ایک دقت اور مصیبت میرے لئے ایک سیڑھی تھی جو کہ مجھے رفعت اور بلندی کی طرف لے جاتی رہی۔اس زمانہ میں میرے مولیٰ نے

اپنی رحمت اور شفقت کا سلوک نہیں چھوڑا۔ بار بار مجھے اور میری بیوی کو بشارات دے کر میری ڈھارس بندھاتا رہا۔

پھر انہی دنوں میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ مصیبت اور مشکلات میں تیری ناراضگی کا موجب تو نہیں ۔اگر میری کوتاہی کی وجہ سے ہیں تو مجھے آگاہ کرتا کہ میں اصلاح کروں۔میرے پیارے مولیٰ نے ایک رات میری زبان پر یہ الفاظ جاری کئے۔ وَ الضُّحٰی وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی وَ لَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی کہ اللہ تعالیٰ نے عروج وزوال انسان کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔ وہ نہ تجھ پر ناراض ہوا ہے اور نہ تجھ کو اس نے چھوڑا ہے۔عنقریب تیرا رب تجھے اس قدر دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔ یہ الفاظ میں نے اس وقت سنے جبکہ یہ زمین وسعت کے باوجود میرے لئے تنگ تھی۔ ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی لیکن میں ان مشکلات اور مصائب میں پہاڑ کی طرح کھڑا تھا۔اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم کا امیدوار تھا۔آخر خدا تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔‘‘

شاکر بندہ

حضرت نواب عبداللہ خان صاحب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعماء کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

’’اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے نہ صرف مجھے دنیا ہی نہیں دی بلکہ اپنے بے شمار رحم اور کرم فرما کر حقیقی معنوں میں مجھے عبداللہ بنا دیا۔آج میرا دل شکریہ اور اس کی محبت میں لبریز ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ جو کچھ میرا ہے وہ سب کچھ اسی کی خاطر قربان ہو جائے اور میں اسی کا ہو کر رہ جاؤں۔‘‘

((رفقاء)احمد جلد 12 صفحہ 68)

خاندانِ مسیح موعودؑ سے محبت

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جس رحمت اور برکت سے نوازا اس کو کبھی بھی آپ نے اپنی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ ان سارے انعاموں کو حضرت اماں جان کی دعاؤں کی برکت قرار دیا۔اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ

’’دراصل اماں جان انہیں (حضرت امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ۔ناقل) کی اماں نہیں ہیں بلکہ میری بھی اماں ہیں۔میرے ساتھ جو محبت اور پیار کا سلوک انہوں نے کیا ہے اپنے ساتھ ایک داستان رکھتا ہے۔ جب میری شادی ہوئی تو مجھے ایک عورت کے ہاتھ کہلا کر بھیجا کہ میاں کی عمر زیادہ تھی یعنی میرے والد کی۔تم چھوٹی عمر والے داماد ہو۔تم مجھ سے شرمایا نہ کرو تا جو کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کرسکوں۔ پھر آپ نے حقیقی ماں بن کے دکھایا۔‘‘ ((رفقاء)احمد جلد 12 صفحہ 69 حاشیہ)

حضرت اماں جان سے حضرت نواب صاحب کو بے حد انس تھا۔ جب آپ ان کے گھر تشریف لاتیں تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا نواب صاحب کے لئے عید کا چاند نکل آیا ہے۔فوراً سب کو بلاتے کہ اماں جان آئی ہیں یہ لاؤ وہ لاؤ، کسی کو کہتے کہ پاؤں دباؤ اور چہرے سے خوشی چھپائے نہ چھپتی تھی۔

اسی جذبہ تشکر اور محبت کی وجہ سے اپنے خرید کردہ رقبہ کا نام حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب نے بعد از اجازت حضرت اماں جان کے نام مبارک پر ’’نصرت آباد‘‘ رکھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی صاحبزادیوں کے متعلق فرمایا کہ

’’مَیں اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی دو بیٹیوں کا خادم سمجھتا ہوں۔ میری ساری کوشش اور محنت صرف اس لئے ہے کہ اس پاک وجود کے جگر پارے آرام پائیں جن میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کو میرے والد اور ایک کو میرے سپرد کیا۔‘‘

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ

''میں نے کبھی اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا کہ گو وہ میری wife ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ کی بیٹی اور شعائر اللہ میں سے ہیں۔ میں تو محسوس کرتا ہوں کہ میں کماحقہ ان کی قدر نہیں کر سکا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں ان کا تا زندگی کامل طور پر احترام کرتا رہوں۔''

اسی طرح وصیت میں اپنی اولاد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''میری دعاؤں اور نیک خواہشوں کا وہی بچہ حقدار ہوگا جو اپنی ماں کی خدمت کو جزو ایمان اور فرض قرار دے گا۔...... پس جو بچے میرے بعد ان کو خوش رکھیں گے اور ان کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ان کیساتھ میری دعائیں اور نیک آرزوئیں ہوں گی۔ جو بچے ان کو ناراض کریں گے وہ میری روح کو دکھ دیں گے میں ان سے دور وہ مجھ سے دور ہوں گے۔''

((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 95,96)

اپنی اراضی سندھ کے مختار عام منشی عزیز احمد صاحب کو ایک دفعہ فرمایا کہ ''میری زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایسی حالت میں مجھے اگر زندگی کی خواہش ہے تو صرف اور صرف اس لئے ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ مہلت دے تو بقیہ زندگی بیگم صاحبہ کی خدمت کر کے ان کی خدمت کا کچھ صلہ ادا کر سکوں۔'' ((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 131)

ہمدردیٔ مخلوق

آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

''لین دین میں قطعاً زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ آپ احتیاط کرتے ہوئے بے شک میرا حصہ کسی ہاری کو دے دیں لیکن کسی ہاری کا حق میرے لئے حاصل نہ کریں۔ میں ہر ایک ایسی چیز کو جو کہ ناجائز طور پر حاصل کی جاتی ہے جہنم کی آگ کا

ایندھن تصور کرتا ہوں۔ میں تمام ہاریوں کے روبرو آپ لوگوں کو کہتا ہوں کہ ایسی چیز جو کہ جبر سے، زیادتی سے ہاریوں سے آپ لوگ حاصل کریں گے میں اس سے بری ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے جواب دہ آپ لوگ ہوں گے میں نہیں ہوں گا...... اگر کسی پر زیادتی ہوتی ہے...... میرے پاس آئیں، انشاءاللہ اس کا حق اس کو دلایا جائے گا۔''

ایک دفعہ آپ کے پاس ایک آدمی نے آ کر اپنی ضروریات کا ذکر کیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ کتنی رقم سے اس کی حاجت روائی ہو سکتی ہے۔ بتانے پر اس شخص کو اس سے دگنی رقم کا چیک دے دیا۔

ایک دفعہ ایک شخص کو اس کی مالی حالت سنوارنے کے لئے دکانداری کے لئے بہت سا روپیہ دیا۔ اس سے وہ خرچ ہو گیا اور شرمندگی کے باعث بھاگ گیا۔ آپ کو افسوس ہوا کہ بھاگنے کی اس کو ضرورت نہ تھی۔ چند سال بعد اس سے ملاقات ہوئی تو نہایت شفقت سے اس سے پیش آئے جس سے اس کا خوف جاتا رہا۔

کفالت یتامیٰ

1918ء میں قادیان میں انفلوئنزا کی وبا پھیلی۔ ایک رفیق حضرت حکیم محمد زمان صاحب شاگرد حضرت خلیفۃ المسیح الاول جو کہ حضرت نواب صاحب کے پاس مدت سے بطور خاندانی معالج کے تھے۔ وہ بھی اسی بیماری میں مبتلا ہو کر راہیٔ ملک بقا ہوئے اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔ آپ کے پسماندگان ایک بیوہ، ایک لڑکا اور چار لڑکیوں کی کفالت حضرت نواب صاحب موصوف نے اپنے ذمہ لے لی۔ ((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 135)

مکرم خان شاہد احمد خان صاحب فرزند حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب آپ کی رحمدلی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک واقعہ آپ کی رحمدلی کا میرے بچپن کے ذہن میں ایسا نقش

ہوا ہے کہ اس کی یاد اس طرح تازہ ہے کہ جیسے کچھ ہی دیر قبل کی بات ہو۔ ایک دفعہ ہم آپ کے ساتھ لاہور گئے۔ کار کا ڈرائیور چند دن پہلے ہی ملازمت میں آیا تھا۔ آپ نے اسے بہت سا روپیہ اخراجات کے لئے دیا اور آپ کی اجازت سے وہ ہماری ضروریات پر خرچ کرتا تھا۔ لاہور سے مراجعت پر اس نے جو حساب دیا۔ تو اس میں قریباً ایک سو روپیہ کا غبن نکلا۔ چنانچہ آپ کے سختی سے پوچھنے پر اس نے تسلیم بھی کر لیا۔ اس پر آپ نے اسے سخت سست کہا اور کہا کہ اگر شام کو کہیں سے حساب پورا نہ کرو گے تو میں تمہارا معاملہ پولیس کے سپرد کر دوں گا۔ چنانچہ وہ چلا گیا۔ شام کو کہیں سے روپیہ لے کر آ گیا۔ آپ اس وقت باغ میں ٹہل رہے تھے اور پاس ہی مَیں کھیل رہا تھا۔ جب اس نے روپیہ آپ کو دیا تو مَیں نے دیکھا کہ روپیہ چھوٹے چھوٹے نوٹوں کی شکل میں تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ جگہ جگہ سے مانگ کر اکٹھا کر کے لایا ہے۔ آپ نے روپیہ لے لیا۔ تو اسے کہا کہ تم نے نہایت ہی گندی حرکت کی ہے۔ اگر ضرورت تھی تو مجھ سے مانگ لیا ہوتا۔ ایسی اخلاق سے گری ہوئی حرکت کی سزا یہ ہے کہ تم نوکری سے فارغ ہو اور ابھی نکل جاؤ۔ ابھی والد صاحب نے اپنی بات پوری نہیں کی تھی کہ ڈرائیور رو پڑا اور کہنے لگا۔ نواب صاحب! میں بیوی بچوں والا ہوں۔ ضرورت انسان کو بہت سے گرے ہوئے کام کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ مَیں آئندہ ایسی حرکت کبھی نہیں کروں گا۔ آپ یقین کریں۔ مَیں نے یہ روپے گھر گھر مانگ کر اکٹھے کئے ہیں۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ آپ کا غصہ یک لخت فرو ہو گیا اور آپ نے آہستہ آہستہ ٹہلنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ اسے نصیحت آمیز رنگ میں سمجھاتے بھی جاتے تھے اور ٹہلتے ٹہلتے اس کے قریب پہنچتے تو پانچ یا دس کا نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیتے اور پھر میں نے دیکھا کہ نوٹوں کی وہ دتھی آہستہ آہستہ تمام کی تمام دوبارہ اس ڈرائیور کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی اور والد صاحب خالی ہاتھ نہیں بلکہ رحمدلی کے بدلہ رحمت الٰہی کے ڈھیروں ڈھیر لے کر گھر واپس آ گئے۔ اور اس کی غربت پر رحم کھا کر یہ رقم اسے معاف کر دی۔ گو اس کی بد دیانتی کی وجہ سے اسے پھر ملازمت میں رکھنے کا خطرہ مول نہیں لیا۔

یہی رحمدلی کا جذبہ جانوروں کے ساتھ بھی نمایاں نظر آتا تھا۔ اکثر چڑیوں وغیرہ کو دانہ اپنے ہاتھ سے ضرور ڈالتے تھے۔ قادیان میں ان کے گھر بلیاں آ جاتی تھیں۔ ان کے لئے قصائی کے ہاں سے باقاعدہ چھیچھڑے آتے تھے۔ دودھ مقرر تھا۔ آپ خود سامنے کھلواتے اور بے حد خیال رکھتے۔

انفاق فی سبیل اللہ

آپ نے کئی بار اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ مَیں خوب دولت پیدا کروں اور خدا کی راہ میں خوب چندے دوں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی میں خدا کی راہ میں اپنے مال کو خرچ کر کے اس بات کو عملی رنگ میں ثابت کیا کہ خدا کے مقربین اور متقی لوگ جو کچھ خدا نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

شدید ترین حملہ مُرض

1949ء میں آپ کو دل کا دورہ پڑا۔ کئی سال تک بیم و یاس کی حالت رہی۔ ان ایام میں جبکہ ڈاکٹر بھی مایوس تھے، سیدنا حضرت مصلح موعود کو نومبر 1950ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحت یابی کی اطلاع دی جو کہ پوری ہوئی۔ آپ اس دورہ کے بعد 13 سال اور حضرت مصلح موعود کے کشف کے بعد گیارہ سال زندہ رہے۔

حضرت مصلح موعود اپنے کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں صبح کی نماز کے وقت نماز پڑھ کر لیٹ گیا۔ بالکل جاگ رہا تھا کہ کشفی طور پر دیکھا کہ کمرہ کے آگے برآمدہ میں میاں عبداللہ خان صاحب چارپائی سے اتر کر زمین پر کھڑے ہیں۔ میں ہی ان کے سامنے ہوں۔ ان کو جو کھڑے دیکھا تو اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت بخشی ہے بے اختیار منہ سے الحمدللہ نکلا۔ اور پھر جیسا کہ عام طور پر ہمارے ملک میں نظر لگ جانے کا وہم ہوتا ہے مجھے بھی اس وقت خیال آیا

کہ میری نظر نہ لگ جائے۔ میں نے جھٹ اپنی آنکھیں نیچی کرلیں اور پھر یہ نظارہ جاتا رہا۔ اس وقت میں مکمل طور پر جاگ رہا تھا۔ بالکل نیند کی حالت نہ تھی۔

خواب میں مریض کو یکدم تندرست ہوتا دیکھنا عام طور پر منذر ہوتا ہے مگر ساتھ ہی چونکہ الحمدللہ کہا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ نیک اور مبشر خواب ہے۔''

(الفضل 23 نومبر 1950ء صفحہ 4)

معجزانہ شفایابی اور شکر خداوندی

''دوستوں کی خدمت میں درخواست دعا'' کے عنوان کے ماتحت آپ اس معجزانہ شفا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''مجھے 8 فروری 1949ء کو کارونری تھرمبوسس (Coronary Thrombosis) کا اس قدر شدید حملہ ہوا کہ لاہور کے ایک مشہور ڈاکٹر جب دوسرے دن میرے کمرے سے نکلے تو مجھے زندہ دیکھ کر miracle,miracle (معجزہ، معجزہ) کہتے ہوئے نکلے۔ ان کو یہ خیال ہی نہ تھا کہ آج رات میں زندہ کاٹ سکوں گا۔

میری اس بیماری سے رہائی محض اللہ تعالیٰ کے کرم کا نتیجہ ہے۔ میں آج سے 5 سال قبل ختم ہو گیا ہوتا، لیکن میرے بزرگوں، میرے عزیزوں، میرے مخلص دوستوں اور اس برادری کے افراد نے جن کو حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کر دیا ہے، میری چلتی پھرتی تصویر انھیں کی دعاؤں کا کرشمہ ہے، جو انھوں نے مضطربانہ اور بے قراری کے جذبہ کے ماتحت میرے لئے کیں۔ انھوں نے مجھے اپنے مولیٰ کریم جو کہ حیّ قیوم اور سمیع ہے مانگ کر صبر کیا۔ ایک مخلص بہن نے میری بیوی کو لکھا کہ جب انھوں نے میری تشویشناک حالت کو اخبار میں پڑھا

تو وہ سجدہ میں گر گئیں اور اس قدر اضطراب اور بے قراری سے ان الفاظ میں دعا کی کہ جب تک اے میرے مولیٰ تو مجھے ان کی صحت کے متعلق مطمئن نہیں کر دیتا میں تیرے حضور سے سر نہیں اٹھاؤں گی، چنانچہ ان کو تسلی مل گئی تو پھر انھوں نے بارگاہ ایزدی سے سر......اٹھایا''

پھر فرماتے ہیں:

''پھر میں کس کس بات کا شکریہ ادا کروں یہ میری خوش نصیبی سمجھئے یا حسن اتفاق کہ اس کڑے وقت میں سارا خاندان ایک جگہ اکٹھا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس بیماری کے ایام میں مہربانی فرماتے رہے۔ ان کی خاص دعاؤں کا مورد بنا رہا کہ انھوں نے میرے اچھا ہونے سے پہلے خواب میں مجھے پورا صحت یاب دیکھا۔ پھر حضرت اماں جان جو کہ میرے لئے ماں سے بڑھ کر تھیں، میں اپنی ماں کی محبت سے محروم تھا کیونکہ میں بچہ ہی تھا کہ وہ فوت ہوگئیں لیکن اس کمی کو حضرت اماں جان کی محبت نے پورا کر دیا۔ جب میری طبیعت زیادہ خراب ہوتی تو وہ فوراً میری چارپائی کے پاس آن کر بیٹھ جاتیں۔ نہ صرف دعا کرتیں بلکہ ان کا پرسکون چہرہ اور پرامید چہرہ میرے لئے ایک بیش بہا آسرا ہوا کرتا تھا...... پھر اپنی والدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں پاتا۔ انھوں نے میری محبت میں ایک سال نہایت تکلیف اور بے آرامی میں میرے کمرے میں گذارا۔ ہر قسم کے آرام و آرائش کو چھوڑ کر میرے آرام میں لگی رہیں۔ نہ صرف یہ کیا بلکہ جماعت میں جو مضطربانہ اور بے قراری کا جذبہ دعا کے لئے پیدا ہوا، زیادہ یہ انہیں کی تحریک کا نتیجہ تھا۔

اب میں یہاں آکر اپنی بیوی حضرت دخت کرام امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا ذکر نہ کروں تو نہایت ناشکری اور ظلم ہوگا۔ یہ نور کا ٹکڑہ حضرت مسیح موعودؑ کا جگر گوشہ جو کہ میرے پہلو کی زینت بنا ہوا ہے۔ کس خدمت اور کس نیکی کے عوض مجھے حاصل ہوا

ہے۔اس بات کو سوچ کر میں ورطۂ حیرت واستعجاب میں پڑ جاتا ہوں......اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو دے کر مجھے زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔اس مہر و وفا کی مجسم نے جب میری بیماری کی اطلاع راولپنڈی میں پائی تو نہایت درجہ پریشانی کی حالت میں فوراً لاہور پہنچیں۔یہ میری بیماری کی پہلی رات تھی اور ساری رات موٹر پران کو رہنا پڑا۔صبح چار بجے کے قریب لاہور پہنچیں......پھر اس قدر تندہی اور جانفشانی سے میری خدمت میں لگ گئیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کوئی دوسری عورت اس قدر محبت اور پیار کے جذبہ سے اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہو۔......ان ایام میں ملازموں کے علاوہ تمام عزیز رشتہ دار میری خدمت میں لگے ہوئے تھے۔میں اس بیماری میں اپنے آپ کو اس قدر خوش نصیب اور خوش بخت لوگوں میں متصور کرتا تھا جس کا آپ لوگ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔‘‘

بیماری کے متعلق خواب

حضرت نواب صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بیماری کے آغاز میں خواب دیکھا کہ حضرت والد صاحب ایک باغ میں ہیں جس کے اردگرد ایک اونچی فصیل بنی ہوئی ہے۔لیکن میں اس کے اندر جانا چاہتا ہوں اور نٹوں کی طرح ایک بانس کا سہارا لے کر اندر جانا چاہتا ہوں لیکن حضرت والد صاحب مانع ہو رہے ہیں اور ان کے حکم سے پولیس مجھے پکڑ کر لے گئی ہے اور مجھے پانچ سال کی قید سنا دی گئی ہے۔یہ خواب میں نے کئی عزیزوں کو کئی بار سنایا ہے اور آج یہ خواب پورا ہوتا نظر آتا ہے۔کیونکہ میری بیماری کے عرصہ کو 8 فروری 1954ء کو پورے پانچ سال ہو جائیں گے۔میرے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور دیگر احباب کو کثرت سے بشارتیں ہوئیں۔ان سے پتہ چلتا ہے کہ میری صحت اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے اور ترقی کرے گی۔

((رفقاء)احمد جلد 12 صفحہ 87,88)

اس بیماری کی وجہ سے آپ صاحب فراش ہو گئے تھے۔پانچ سال کے بعد آپ تھوڑا بہت

چلنے پھرنے لگ گئے تھے مگر پوری طرح آرام نہ آیا تھا۔

میاں رحم دین صاحب جو حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے قدیمی ملازم تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سفر یورپ 1924ء میں ہمرکاب رہے۔بیان کرتے ہیں کہ

ایک دفعہ آپ کے والد ماجد سے ان کے ایک دوست سردار جوگندر سنگھ صاحب نے جو پنجاب میں وزیر تھے کہا کہ اپنے بچوں کو بھجوائیں تو میں اعلیٰ ملازمتیں دلوادوں گا۔حضرت نواب صاحب نے میاں عبدالرحمان کا نام لیا تو سردار صاحب نے میاں عبداللہ خان صاحب کو بھجوانے کے لئے کہا۔لیکن نہ صرف حضرت نواب صاحب نے بلکہ میاں صاحب موصوف نے بھی انکار کیا اور کہا کہ میں دنیوی ملازمت کا خواہش مند نہیں۔اول تو میں سلسلہ کی خدمت کروں گا، ورنہ تجارت۔

((رفقاء)احمد جلد 12 صفحہ 145)

چنانچہ آپ کو خواہش کے مطابق تجارت میں بھی خدا تعالیٰ نے خوب برکت دی اور خدمات سلسلہ بھی بجالانے کی توفیق آپ کو ملی۔

خدمات سلسلہ

آپ نے متعدد خدمات سلسلہ کی توفیق پائی جن کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔1919ء میں بطور قائم مقام آڈیٹر

(رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ بابت 1918,1919ء صفحہ 14)

2۔جلسہ 1917ء کے متعلق حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب جنرل سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ رقم فرماتے ہیں:

’’میں اب سب احمدیان قادیان کا اور ممبران سب کمیٹی برائے انتظام جلسہ سالانہ کا، خصوصاً صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب وصاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ومیاں عبداللہ خان صاحب اور ماسٹر محمد دین صاحب بی۔اے کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ

انہوں نے دن رات محنت اور مشقت اٹھا کر اور گرم بستروں کو خیر باد کہہ کر اپنے عزیز مہمانوں کی خاطر مدارات کی۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ‘‘

3۔جلسہ سالانہ 1919ء میں مہمانوں کے متعلق ضروری انتظامات اور جلسہ گاہ کی تیاری کا کام آپ کے سپرد تھا۔

4۔جلسہ سالانہ 1924ء میں آپ مہتمم جلسہ سالانہ بیرون قصبہ تھے۔

5۔حضرت مصلح موعود نے 11اپریل 1944ء کو بعد نماز مغرب بیان کیا:

’’ایک دفعہ رؤیا میں مَیں نے دیکھا کہ ہمارے مکانات کے ایک کمرہ میں حضرت مسیح موعودؑ چارپائی پر بیٹھے ہیں اور میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھا ہوں۔اتنے میں زلزلہ آیا اور وہ زلزلہ اتنا شدید ہے کہ اس کے جھٹکوں سے مکان زمین کے ساتھ لگ جاتا ہے۔یہ دیکھ کر میں وہاں سے بھاگنے لگا ہوں مگر معاً مجھے خیال آتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی تو یہیں تشریف رکھتے ہیں میں کس طرح بھاگ سکتا ہوں۔جب زلزلہ ہٹا اور میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ میاں عبداللہ خان باہر کھڑے ہیں اتنے میں پھر زلزلہ آیا اور مکان اپنی جگہ واپس چلا گیا۔صرف اس کی مٹی ذرا ٹیڑھی ہے اور میں خواب میں ہی کہتا ہوں کہ مکان اپنی جگہ واپس آ گیا ہے۔‘‘

(الفضل 10 مئی 1944 صفحہ 5)

چنانچہ تقسیم ہند کے بعد حضرت میاں صاحب کو اولین ناظر اعلیٰ کے طور پر خدمات تفویض ہوئیں جو انھوں نے کمال حسن وخوبی سے سرانجام دیں۔

6۔آپ کو تالیف واشاعت اور انسداد ارتداد کے شعبہ جات میں بھی خدمات بجا لانے کا موقعہ ملا۔آپ نے ناظر اور پھر نائب ناظر اشاعت کے طور پر بھی کام کیا۔

اولین (بیت الذکر) سوئٹزرلینڈ کا سنگ بنیاد

تاریخ احمدیت میں یہ امر ہمیشہ یادگار رہے گا جو نہ صرف یورپین ممالک کے لئے موجب

برکات ہوا بلکہ آپ کے خاندان کے لئے بھی تا ابد باعث صد افتخار ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صاحبزادی حضرت امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے 24اگست 1962ء کو زیورک میں وارد ہو کر اگلے دن بروز ہفتہ صبح ساڑھے دس بجے قلب یورپ میں یعنی سوئٹزرلینڈ کے مرکزی شہر زیورک میں خانۂ خدا کی عمارت کا سنگ بنیاد اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اپنے دست مبارک سے رکھنے کی توفیق پائی۔یہ یورپ کی پانچویں (بیت الذکر) ہے۔ایک خصوصی تقریب میں آپ نے زیر تعمیر (بیت الذکر) کی محراب والی جگہ کے نیچے بنیاد میں وہ اینٹ جس پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دعا کی ہوئی تھی رکھی۔

تبرکات حضرت مسیح موعودؑ

نظارت تالیف وتصنیف کے اعلان کے مطابق حضرت میاں صاحب کے پاس درج ذیل تبرکات تھے۔

1۔ایک گرم کوٹ

2۔ایک کرتہ ململ

3۔ایک پاجامہ

4۔ایک صندوقچی جس میں حضرت صاحبؑ مسودہ جات وغیرہ رکھا کرتے تھے۔

5۔ایک چوتہی جو کہ وقت وصال حضورؑ کے زیر استعمال تھی۔

6۔ایک دوئنی جس پر حضور نے برکت کی دعا فرما کر عطا فرمائی۔

7۔حضور کے عمامہ مبارک سے کاٹ کر ایک ململ کا کرتہ نوزائیدہ بچہ کو پہنانے کے لئے اور ایک ٹوپی۔

((رفقاء)احمد جلد 12 صفحہ 94,95)

اولاد کو وصیت

آپ نے قرب وفات محسوس کر کے وصیت رقم فرمائی۔اس میں سے کچھ حصے درج کئے جاتے ہیں۔

''میں ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ وحدہ لا شریک ہے۔حضور سرور کائنات نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور مہدیٔ آخر الزمان متصور کرتا ہوں۔آپ نے عشق نبی کریم ﷺ میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ آپ مَنْ فَرَّقَ بَيْنِي وَ بَيْنَ الْمُصْطَفٰى فَمَا عَرَفَنِي وَ مَا رَاٰى کے مصداق ٹھہرے اور کلی طور پر فنافی الرسول کا مقام حاصل کیا اور حضور کی غلامی میں نبوت کا درجہ حاصل کیا...... میرے ایمان کا جزو ہے کہ خلافت کا قیام الٰہی سلسلوں کے قیام اور بقاء کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔جو سلسلہ اس نظام سے بدقسمتی سے محروم ہو گیا ہے اس کو کبھی استحکام حاصل نہیں ہو سکا۔ایک منتشر پراگندہ گروہ ہو کر رہ گیا۔

میری دعا اور آرزو ہے کہ میری اولاد خلافت سے منسلک رہے اور ہمیشہ اس گروہ کا ساتھ دیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے افراد زیادہ سے زیادہ ہوں کیونکہ حضور سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنِّی مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ (میں تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں)۔نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کریں اور ہر مصیبت میں مولیٰ کریم کو قادر مطلق خدا تصور کرتے ہوئے اس کے حضور جھک کر عجز وانکسار سے استقامت طلب کریں۔میں نے اسی طریق سے زندہ خدا کو پایا اور اپنی مشکلات کو کافور ہوتا دیکھا۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھیں۔ہمیشہ ان کے سامنے یہ بات ہونی چاہیے کہ وہ کس ماں کی اولاد ہیں اور کس نانا کے وہ نواسے اور نواسیاں ہیں۔کس مقام کا ان کا ماموں ہے اور وہ اس دادا کی اولاد ہیں جس نے اپنی اور اپنی اولاد سنوارنے کے لئے اپنے وطن کو چھوڑا اور محلات کو چھوڑ کر ایک کور بستی میں ایک تنگ مکان میں بسیرا کیا اور صرف اس لیے حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں آن بیٹھا تا اس کو اور اس کی اولاد کو ازلی زندگی حاصل ہو اور دین کو

مقدم کرنے کا موقعہ ملے۔''

پھر تحریر فرماتے ہیں:

''میری دعاؤں اور نیک خواہشوں کا وہی بچہ حقدار ہو گا جو اپنی ماں کی خدمت کو جزو ایمان اور فرض قرار دے گا۔ان کی ماں معمولی عورت نہیں ہیں۔میں نے ان کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کو کارفرما دیکھا ہے۔ہر وقت اور ہر مشکل کے وقت ان کی ذات کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کا محور پایا۔چار سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب کی گود سے لیا پھر عجیب در عجیب رنگ میں ان کی ربوبیت فرمائی۔میں نے اللہ تعالیٰ کے جو نشانات اپنی زندگی میں ان کے وجود میں دیکھے ہیں وہ ایک بڑی حد تک احمدیت پر ایمانِ کامل پیدا کرنے کا موجب ہوئے ہیں۔پس جو بچے میرے بعد ان کو خوش رکھیں گے اور ان کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ان کے ساتھ میری دعائیں اور نیک آرزوئیں ہوں گی۔جو بچے ان کو ناراض کریں گے وہ میری روح کو دکھ دیں گے میں ان سے دور وہ مجھ سے دور ہوں گے۔''

((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 95,96)

مرض الموت

مرض الموت میں آپ نے 1949ء کے دورۂ مرض کے حالات اور موجودہ حالت مرض بیان کر کے صحت اور خاتمہ بالخیر کے لئے درخواست دعا کرتے ہوئے رقم فرمایا:

''مجھے 49ء میں کارونری تھرمبوسس کا حملہ ہوا تھا۔یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ پانچ سال تک مجھے چار پائی پر رہنا پڑا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے محض اپنے رحم وکرم سے اس قدر فضل فرمایا کہ میں چار پائی سے اٹھ بیٹھا۔پھر تھوڑا بہت چلنے پھرنے لگ گیا اور گھر میں اپنی معمولی ضروریات پوری کر لیتا تھا۔پچھلے سال تک میرا دل بیمار تھا لیکن زندگی کی بشاشت باقی تھی۔کبھی دل میں کمزوری آئی۔دوائی لے لی۔آرام آ

گیا۔لیکن اس سال پھر بیماری کے بعض عوارض عود کر آئے ہیں۔دل کی کمزوری کی وجہ سے دل وجگر بڑھ گیا ہے۔معدہ کی حالت درست نہیں رہی ہے۔نفخ ہو جاتا ہے جس سے رات کو نیند خراب ہو جاتی ہے۔ڈیڑھ ماہ سے ایک قلبی بیماری جس کو Atrial Fibrillation کہتے ہیں......پیدا ہو گئی ہے۔جس کی وجہ سے نبض خراب رہتی ہے۔میں ڈاکٹر محمد یوسف صاحب ایم۔ڈی کے زیر علاج ہوں۔ان کا فرمانا ہے کہ اوائل بیماری میں یہ تکلیف پیدا ہوئی تھی لیکن پھر جاتی رہی تھی اور اب پھر قلبی کمزوری کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے۔اس کا علاج انہوں نے دعا بتایا ہے۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے پاس علاج کوئی نہیں۔خدا تعالیٰ سے رحمت کے ہی امیدوار ہیں۔اس کے علاوہ ان کو علم ہے کہ میری پچھلی بیماری میں مجھے بزرگان سلسلہ اور احباب کرام کی دعاؤں سے ہی شفا ہوئی تھی۔ورنہ ظاہری اسباب میرے بچنے کے کوئی نہ تھے۔اس لئے بھی علاج کے ساتھ انہوں نے دعاؤں پر زور دیا ہے۔بہر حال ڈیڑھ ماہ سے صاحب فراش ہوں۔حالت بدستور ایک جیسی چلی جاتی ہے۔کمزوری بڑھ گئی ہے۔طبیعت کی بشاشت جاتی رہی ہے۔اب مجھ سے بعض دوستوں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ میں اپنا حال اخبار الفضل میں دوں تا کہ حالت کا علم ہونے پر وہ دوست جو مجھ سے محبت کا تعلق رکھتے ہیں دعا کر سکیں اور اللہ تعالیٰ پہلے کی طرح اپنا رحم وکرم فرماوے اور صحت دے۔

چار پانچ سال کا عرصہ ہوا ہے جبکہ میں کافی بیمار تھا۔میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تمہاری عمر 66 سال کی ہوگی۔کچھ فاصلہ پر حضرت والد صاحب نواب محمد علی صاحب مرحوم کھڑے ہیں۔وہ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا کہتا ہے۔میں نے عرض کی کہ کہتا ہے کہ میری عمر 66 سال کی ہوگی۔اس پر آپ فرماتے ہیں۔ہاں ہاں 66 سال کی تو ہو ہی جائے گی۔لہجہ اس قسم کا ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ 66 سال سے کچھ زائد بھی ہو جائے۔بہر حال اللہ تعالیٰ اپنے امر پر

غالب ہے۔میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے (رفقاء) میں سے تھے۔انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کی عمر 45 سال کی ہوگی۔وہ روتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے پاس پہنچے کہ حضور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔حضور نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ''میاں فضل محمد! اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ 45 کی بجائے تمہاری عمر اللہ تعالیٰ نوے سال کر دے۔چنانچہ انہوں نے نوے سال کی عمر پائی۔مومن کی دعا تقدیریں بدل دیتی ہے۔اس لئے مایوس ہونے والی کوئی بات نہیں لیکن جوں جوں 66 سال کے قریب میری عمر پہنچ رہی ہے بیماری کا زور بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔یہ امر قابل تشویش ہے۔اس وقت میری عمر 65 سال 7 ماہ ہے۔اس لئے اپنے خاص محبت رکھنے والے دوستوں اور افراد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ دعا کریں جتنی عمر اللہ تعالیٰ دے وہ فعال زندگی ہو۔نافع، مفید زندگی ہو۔میں بے بس ہوں۔بے کس ہو کر دوسروں کے ہاتھوں میں نہ پڑ جاؤں۔میری بیوی حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے بے مثال نمونہ میری خدمت کا میری پچھلی بیماری میں پیش کیا تھا۔اس خدمت اور محنت سے ان کے اعصاب پر بہت برا اثر پڑا ہے۔اللہ تعالیٰ اب ان کو لمبی تیمارداری سے بچائے اور مجھے ایسی صحت اور عمر دے کہ ان پر میں کسی قسم کا بار نہ بنوں۔میرا خاتمہ بالخیر ہو۔اولاد ایسی چھوڑ کر جاؤں جو احمدیت کی سچی خادم اور اللہ تعالیٰ کی رضا لئے ہوئے ہو۔بعض ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی بھی مجھ پر ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی کماحقہٗ ادائیگی کی توفیق دے۔پس بزرگان سلسلہ اور (رفقاء) کرام اور درویشان قادیان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی خاص دعاؤں میں مجھے یاد رکھیں۔**فجزاھم اللہ احسن الجزاء**''

(الفضل 10 اگست 1961ء صفحہ 2)

وفات

حضرت نواب صاحب کی طبیعت 17 اور 18 ستمبر 1961 کی درمیانی رات کو بہت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ 18 ستمبر بروز دوشنبہ ساڑھے آٹھ بجے صبح آپ نے لاہور میں بعمر 66 سال داعی اجل کو لبیک کہا......... آپ نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں آپ کی عمر 66 سال بتائی گئی تھی۔

19 ستمبر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ خاص میں عمل میں آئی۔

آپ کی وفات پر جماعت کے لئے حضرت مصلح موعود نے ارشاد فرمایا:

''نواب عبداللہ خان صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے داماد تھے ان کا حق ہے کہ جماعت ان کی بلندیٔ درجات کے لئے خاص طور پر دعائیں کرے۔''

(الفضل 28 ستمبر 1961ء صفحہ 1)

سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کی امتیازی خصوصیت وہ عشق و وفا تھی جو آپ کو اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مسیح موعودؑ کےخاندان اور پھر احباب جماعت سے علی حسب مراتب تھی۔

ذوق نماز و دعا

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب شروع سے ہی نماز کے عاشق تھے۔ مدرسہ کی زندگی سے ہی نمازوں میں پیش پیش تھے۔ آپ کے دوست ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے بیان کرتے ہیں کہ آپ پنجوقتہ نماز باجماعت کے نہایت شدت کے ساتھ پابند تھے۔ میں نے اپنی زندگی کے پچاس سال ان کے ساتھ گزارے۔ میں ایمانداری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپ کی طرح تمول اور تنعم میں پرورش پایا ہوا نماز کا ایسا پابند انسان ساری عمر نہیں دیکھا۔ وہ جہاں کہیں ہوتے تھے، یہاں تک کہ جب سیر یا بحالی صحت کے لئے پہاڑ پر بھی جایا کرتے تھے تو ان کی کوٹھی کا ایک کمرہ ہمیشہ نماز باجماعت کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ نہایت باقاعدگی سے پانچ وقت (نداء) ہوکر نماز باجماعت ہوتی تھی۔ انھوں نے زندگی کے آخری سال لاہور میں گزارے اور شاید سارے لاہور میں صرف ان کی کوٹھی ہی تھی جہاں پانچ وقت نماز باجماعت کے علاوہ ماڈل ٹاؤن کے احباب نماز جمعہ بھی ادا کرتے تھے اور وہاں حدیث، کتب حضرت مسیح موعودؑ کا درس بھی ہوتا تھا۔ جن حالات میں آپ نے پرورش پائی ان کو دیکھتے ہوئے ان کا ایسا پابند صوم وصلوۃ ہونا ان کے باخدا انسان ہونے کی ایک زندہ دلیل ہے۔

(الفضل 30 ستمبر 1961ء صفحہ 5)

حضرت نواب صاحب کے بھائی حضرت میاں عبدالرحیم خاں صاحب کا بیان ہے کہ
''میں نے ان کو کبھی روتے نہیں دیکھا البتہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور ضرور روتے تھے۔''
((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 32)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ حضرت میاں صاحب کے نماز سے لگاؤ کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نماز کے عاشق تھے۔ خصوصًا نماز باجماعت کے قیام کے لئے آپ کا جذبہ اور جدوجہد امتیازی شان کے حامل تھے۔ بڑی باقاعدگی سے پانچ وقت (بیت الذکر) میں جانے والے۔ جب دل کی بیماری سے صاحب فراش ہوگئے تو (نداء) کی آواز کو ہی اس محبت سے سنتے تھے جیسے محبت کرنے والے اپنے محبوب آواز کو۔ جب ذرا چلنے پھرنے کی سکت پیدا ہوئی تو بسا اوقات گھر کے لڑکوں میں سے ہی کسی کو پکڑ کر آگے کھڑا کر دیتے اور باجماعت نماز ادا کرنے کے جذبہ کی تسکین کر لیتے۔ یارتن باغ میں نماز والے کمرے کے قریب ہی کرسی سرکا کر باجماعت نماز میں شامل ہو جایا کرتے ......

حضرت پھوپھا جان ان افراد میں سے نہیں تھے جو خود تو سختی سے نمازوں کے پابند ہوں لیکن بچوں کا اس بارہ میں خیال نہ رکھیں۔ کم ہی ایسے بزرگ ہوں گے جو اتنی باقاعدگی سے بلا ناغہ روزانہ بچوں کو پنجوقتہ نمازوں کی تلقین کرتے ہیں اور پھر تلقین بھی ایک خشک ملاں کی بے لذت متشددانہ تلقین نہیں بلکہ ایسی پر اثر تلقین جیسے دل اس کے ساتھ لپٹا ہوا ساتھ چلا آیا ہو۔ اگر کوئی بچہ سستی کرتا تو چہرہ پر غم اور فکر کے آثار بے اختیار ظاہر ہوتے اور اگر کوئی بچہ آواز پر فوراً لبیک کہتا تو ناز سے بھری ہوئی خوشی کے جذبات آپ کے چہرہ کو شگفتہ کر دیتے۔''

''دعا گو، دعائیں کرنے والے، دعا گو بزرگوں کی خدمت کو سعادت سمجھنے والے۔ رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ کی مجسم تصویر۔ ہر اہم کام

میں کثرت کے ساتھ بزرگوں، دوستوں، عزیزوں سے استخارے کرواتے حتیٰ کہ گھر کے بچوں کو بھی بار بار دعا کے لئے کہنا اور پھر منتظر رہنا کہ کسی پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی بشارت ظاہر ہو۔''
((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 152,154)

حضرت نواب صاحب کے فرزند شاہد احمد خان صاحب اپنے والد بزرگوار کی سیرت کے اس پہلو پر یوں اظہار کرتے ہیں کہ والد محترم نہایت باقاعدگی سے تہجد پڑھتے تھے اور اس میں بلند آواز سے دعائیں کرتے تھے۔ عرصہ تک میں سمجھتا رہا کہ نماز تہجد شاید بچوں کو معاف ہے اور بڑوں پر فرض ہے کیونکہ میں نے والد صاحب کو اس باقاعدگی سے تہجد ادا کرتے ہوئے دیکھا کہ مجھے یہ معلوم کر کے از حد حیرت ہوئی کہ یہ نماز فرض نہیں۔ گو بعض لوگ اسے معمولی سمجھیں لیکن میری نظر میں غیر معمولی ہے اور اب تک اس کا اثر میرے ذہن پر قائم ہے اور یہ نظارہ میرے ذہن پر بچپن میں ایسا کھب گیا تھا کہ اب بھی جب میں سوچتا ہوں تو چند لمحہ قبل کی بات معلوم ہوتی ہے۔

ایک دفعہ سفر کراچی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ ان دنوں یہ سفر دو راتوں اور ایک دن میں طے ہوتا تھا۔ رات کو آپ نے مجھے نچلے برتھ پر سلا دیا اور خود اوپر والے برتھ پر سو گئے۔ رات کے آخری حصہ میں مجھے ایک مخصوص سی آواز نے جگا دیا۔ میں نے اوپر کی طرف جھانکا تو آپ کو حسب معمول اپنے رب کے حضور تہجد میں گریہ وزاری میں مصروف پایا۔

حضرت مرزا عبدالحق صاحب بیان کرتے ہیں:

''آپ ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ پر زندہ ایمان ہوتا ہے اور اس کے آستانہ کے ساتھ اپنی ساری حاجات کو وابستہ کر دیتے ہیں۔ آپ ہر معاملہ میں سب سے اول دعا کی طرف رجوع کرتے اور اپنے دوستوں کو بھی نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کی درخواست کرتے۔ یہ آپکے ایمان کا تقاضا ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے اندر پیدا فرمایا تھا۔ آپ دعاؤں میں بہت تضرع

اورزاری سے کام لیتے تھے۔‘‘

((رفقاء)احمد جلد12 صفحہ 126)

ایک اعزاز

حضرت ملک غلام فرید صاحب فرماتے ہیں:

’’حضرت خلیفۃ المسیح الاول ایک درس اپنے کچے مکان کے صحن میں مغرب کی نماز کے بعد بھی دیا کرتے تھے۔ میں اس درس میں شامل ہوا کرتا تھا۔ میں نے ایک دن حضرت میاں محمد عبداللہ خان صاحب اور میاں عبدالرحیم خاں صاحب خالد کو اس درس میں شامل ہونے کی تحریک کی......اس وقت قادیان کی زندگی نہایت غریبانہ تھی اور درس کی اس مجلس کے لئے نہایت معمولی ایک آدھ لیمپ ہوا کرتا تھا۔ درس میں حاضری کی دوسری شام کو ہی میاں عبداللہ خان صاحب اپنی کوٹھی سے گیس کا ایک لیمپ لے آئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے جب گیس کی وہ سفید اور خوش نما روشنی دیکھی تو حضور نہایت خوش ہوئے اور بار بار فرماتے کہ آج تو ہمارا دل باغ باغ ہو گیا ہے اور ان دونوں صاحبزادوں کو بہت دعائیں دیں۔

انہی دنوں درس کی مجلس میں ایک عجیب وغریب واقعہ ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول، حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے تعلق باللہ کے کچھ واقعات سنا رہے تھے۔ ان واقعات میں حضور نے یہ ذکر بھی فرمایا کہ ایک دن مجلس میں بیٹھے ہوئے شاہ عبدالرحیم صاحب کو الہام ہوا کہ تم حاضرین مجلس کے لئے دعا کرو تو یہ سب لوگ جنت میں جائیں گے۔ یہ بات بیان کر کے خدا کے پاک مسیح کے صدیق نے فرمایا کہ خدا نے مجھے بھی فرمایا ہے کہ تم اپنی اس مجلس کے حاضرین کے لئے دعا کرو تو یہ سب بھی جنت میں جائیں گے۔ اس کے بعد حضور نے دعا فرمائی......اس مجلس میں حضرت میاں عبداللہ خان صاحب بھی شامل تھے۔‘‘ (الفضل 29 ستمبر 1961ء صفحہ 4)

عشق قرآن

حضرت میاں صاحب کو قرآن مجید سے عشق تھا۔ قرآن کی کثرت کے ساتھ اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے تھے۔ خصوصاً قُرْاٰنُ الْفَجْر نہایت خشوع اور الحاح سے پڑھتے۔ یوں معلوم ہوتا کہ ہر لفظ پر غور کیا جا رہا ہے اور ہر لفظ سے دل گداز ہو رہا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے درسوں میں باقاعدہ شامل ہوتے تھے۔ آپ حضرت مصلح موعود کی تفسیر کبیر نہایت شوق اور محبت سے پڑھتے تھے۔ مولوی محمد احمد صاحب ثاقب سے فرمایا کہ مَیں ایک قیمتی خزانہ سے محروم ہوں۔ تفسیر کبیر کی پہلی جلد دستیاب نہیں ہے کہیں سے مہیا کریں۔ مولوی صاحب ربوہ سے اپنی جلد لے کر حاضر ہو گئے۔ لیکن جب مولوی صاحب نے ہدیہ لینے سے انکار کیا تو آپ ناراض ہوئے اور باصرار دیا۔

’’کیا اچھا ہو کہ جتنی ہیر وارث شاہ آپ کو آتی ہے اتنا قرآن مجید بھی آجائے‘‘

محترم چوہدری رشید احمد صاحب جو کہ سالہا سال تک آپ کی اراضی کے مینیجر رہے بیان کرتے ہیں کہ

میں لاابالی پن میں ہیر وارث شاہ پڑھتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا اچھا ہو کہ جتنی ہیر وارث شاہ آپ کو آتی ہے اتنا قرآن مجید بھی آجائے۔ چنانچہ آپ نے توجہ دلا کے مجھے قرآن مجید باترجمہ اور کچھ طب پڑھائی اور اس نیک اثر کے تحت ہیر کا پڑھنا چھٹ گیا۔ ((رفقاء)احمد جلد12 صفحہ 174)

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

میاں عباس احمد خان صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضرت والد صاحب محترم کو حضرت والدہ محترمہ کا اپنی زوجہ ہونے کے علاوہ بحیثیت دختر حضرت مسیح موعودؑ بہت زیادہ پاس تھا اور ان کی زندگی کی مساعی میں سے یہ ایک بڑی کوشش تھی کہ حضرت والدہ محترمہ کو ہر ممکن آرام پہنچے اور اپنے

بچوں کے لئے یہی خواہش رہی کہ وہ اپنی والدہ صاحبہ کو خوش رکھیں۔

(الفضل 27 اکتوبر 1961ء صفحہ 5)

شفقت اولاد

آپ اپنے بچوں سے بے حد پیار کرتے تھے اور آپ نے اپنے بچوں کو ناز و نعم سے پالا لیکن دینی امور کی پابندی آپ نہایت سختی سے کرواتے تھے۔ آپ یہ خیال رکھتے تھے کہ آپ کے بچے نمازوں کے پابند ہوں اور اس سلسلہ میں خود بھی ان کے ساتھ (بیت الذکر) میں تشریف لے جاتے اور آپ نے اس امر کی بھی کبھی پرواہ نہ کی کہ بچہ سردی میں بیمار ہو جائے گا۔ یہ بھی شفقت کا ایک رنگ ہے کہ اولاد میں یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ کون سا امر ان کے لئے مفید اور باعث فلاح ہے۔

بیماری کے بعد آپ زیادہ چل نہیں سکتے تھے تو اکثر اپنی پہیہ دار کرسی پر ہی جا کر دروازے کھٹکھٹاتے اور اپنے صاحبزادوں کو نماز کے لئے بھیجتے۔ اور لڑکیوں کو بھی نماز اور دعا کے لئے تاکید کرتے۔ آپ کی صاحبزادی محترمہ آمنہ طیبہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ شملہ میں قیام کی بات ہے۔ جبکہ میں غالباً گیارہ بارہ سال کی ہوں گی۔ سردی بہت تھی۔ میں تیمّم چھپ کر کر رہی تھی کہ ابا جان نے دیکھ لیا اور مجھے بلا کر کہا کہ دیکھو اگر کوئی دیکھ لیتا تو کیا کہتا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی نواسی تیمّم کر کے نماز پڑھ رہی ہے۔

آپ کو اپنی اولاد کا اتنا خیال ہوتا کہ اگر کوئی چھپی ہوئی پریشانی دل کے کسی گوشہ میں ہوتی تو اسے فوراً بھانپ لیتے اور حضرت بیگم صاحبہ سے کہتے تھے ''بیگم! فلاں لڑکی اداس لگتی ہے۔ پتہ کرو۔ آپ اپنے بچوں کی تکلیف سے بے کل ہو جاتے تھے۔ صاحبزادی محترمہ طیبہ آمنہ بیگم صاحبہ ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ

''تقسیم ملک کے بعد حالات سب کے خراب تھے۔ بستر بھی ناکافی تھے۔ ایک ایک رضائی میں دو دو تین تین مل کر سوتے تھے۔ میری ایک بہن نے امی جان سے

لحاف منگوایا کہ اگر کوئی فالتو ہو تو بھیج دیں۔ ہمارے لحاف روئی بھر کر آ جائیں گے تو بھجوا دیں گے۔ امی جان کے پاس بھی بستر ناکافی تھے۔ انہوں نے دو کمبل بھجوا دیئے۔ دو مہینے کے بعد اچانک رات کو کسی مہمان کی آمد سے ضرورت ہونے پر امی جان نے اس خیال سے کہ لحاف تیار ہو چکے ہوں گے۔ کمبل منگوا لئے۔ صبح کو ابا جان نے امی جان سے کہا کہ میں تو رات نہیں سو سکا۔ لڑکی کو کہیں ضرورت نہ ہو۔ جب شام کو میری بہن آئی تو ابا جان نے فرمایا، مجھے رات سخت تکلیف رہی تمہیں کمبلوں کی ضرورت ہوگی اور تم نے ہمارے منگوانے پر بھجوا دیئے۔ اس نے غیرت کی وجہ سے بتایا نہیں اور یہی کہا کہ نہیں ہمیں تو اب ضرورت نہیں تھی۔ مگر ابا جان نہ مانے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں ضرورت تب بھی تم ساتھ لے جاؤ۔ آخر مجھے اتنی تکلیف کیوں ہوئی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس رات وہ لوگ جو بھی کوئی چادر پلنگ پوش اور کھیس تھے۔ وہ لپیٹ کر لیٹے اور ساری رات سردی کی وجہ سے نہیں سو سکے۔ کئی سال کے بعد جب حالات ٹھیک ہو گئے۔ تو اس نے یہ واقعہ بتایا۔ امی اور ابا جان کو بہت رنج ہوا۔ ابا جان لڑکی کو ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ساری عمر یہ دکھ میرے دل میں رہے گا۔ تم لوگ ماں باپ سے تکلف کرتے ہو۔ اگر ضرورت تھی تو نہ بھیجتیں۔ غرض ابا جان کسی بچہ کی تکلیف نہیں برداشت کر سکتے تھے۔''

آپ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ ان کی اولاد دیندار اور سلسلہ کی خادم ہو۔ آپ کے بچوں میں بھی سلسلہ کی خدمت کا جذبہ نمایاں تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ موسم گرما میں صاحبزادہ عباس احمد خاں صاحب علاقہ سری گوبند پور میں دھوپ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے گاؤں گاؤں شوق (دعوت الی اللہ) میں پھرتے رہے اور کبھی اگر کھانا نہ ملا تو صرف چنے چبا کر گزارا کرتے رہے۔

جس طرح ان کا اپنا جسمانی رشتہ حضرت مسیح موعودؑ سے ہے اسی طرح ان کی ساری

اولاد کا بھی خونی تعلق حضورؑ سے قائم ہو۔اسی خواہش کے مدنظر انہوں نے اپنے سارے بچوں اور بچیوں کے رشتے خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں کیئے۔اپنے بچوں کے لئے رشتہ کے انتخاب میں حضرت مسیح موعودؑ کے تعلق کے مقابلہ میں کسی دنیوی دولت یا وجاہت کو ذرہ برابر اہمیت نہ دی۔

آپ اپنی اولاد کو بکثرت دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کے بیشمار انعامات کا ذکر کرتے اور ان کو بھی دعا کے لئے کہتے رہتے۔

اپنے بچوں کو نصیحت فرماتے کہ اپنی امی کا بہت خیال رکھا کرو اور کہتے کہ ویسے تو ماں کے قدموں میں جنت ہوتی ہی ہے لیکن ان کے قدموں میں دو جنتیں ہیں۔ایک تو ماں ہونے کے لحاظ سے، دوسرے موعود اولاد ہونے کی وجہ سے۔

عجز وانکسار

اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے حضرت نواب صاحب تحریر کرتے ہیں:

''ہر مصیبت کے وقت مولیٰ کریم کو قادر مطلق خدا تصور کرتے ہوئے اس کے حضور جھک کر عجز وانکسار سے استقامت طلب کریں۔میں نے اسی طریق سے زندہ خدا کو پایا اور اپنی مشکلات کو کافور ہوتا دیکھا۔'' ((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 96)

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب رقم فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات ایک بزرگ ہستی کی وفات ہے جس کے ذرہ ذرہ میں احمدیت سمائی ہوئی تھی۔آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے پر ہونے والے قسما قسم کے احسانوں اور فضلوں پر ہر آن شکر گزار رہنے والے بزرگ تھے۔ باوجودیکہ آپ نواب زادہ تھے لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی دامادی کو اس قدر نعمت عظمیٰ جانتے تھے کہ

اس کے مقابل پر اپنی ہستی کو ادنیٰ ہستی تصور کرتے تھے۔

(الفضل 21 ستمبر 1961ء صفحہ 4)

حضرت نواب صاحب عجز وانکسار کے پتلے تھے۔باوجود نواب ہونے کے اس لقب کو کبھی کسی فخر یا خوشی کا موجب نہیں سمجھا۔آپ کبھی گرمیوں میں پہاڑ وغیرہ پر جاتے۔رستہ میں جنگلوں میں ڈاک بنگلہ وغیرہ میں ٹھہرتے تو اکثر حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے پاس آ کر کہتے ''بیگم! ایک تو یہ نوابی پیچھا نہیں چھوڑتی۔یہاں جنگل میں ان کو کس نے بتا دیا کہ ہم نواب ہیں۔سارے لوگ کہہ رہے ہیں۔نواب صاحب آئے ہیں۔''

کبھی حضرت بیگم صاحبہ سے فرماتے کہ ''بیگم! میں بعض وقت سوچتا ہوں کہ نفس کا بھی کوئی حق ہوتا ہے۔مگر دوسری باتوں پر خرچ کر کے جو لذت پاتا ہوں وہ نفس پر خرچ کرنے سے کہاں ملتی ہے۔''

انجام بخیر کی خواہش

حضرت خان عبدالمجید خان صاحب کپورتھلوی فرماتے ہیں:

''آپ سادہ طبیعت، کم گو، راستباز اور متخیر، رشتہ داروں اور (رفقاء) جماعت احمدیہ سے نہایت محبت کرنے والے بزرگ تھے۔خاکسار پر خاص طور پر مہربان تھے اور بہت محبت فرماتے تھے۔سلسلہ احمدیہ کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ بفضلہٖ تعالیٰ مذہبی تھے۔باقاعدہ چندہ ادا کرنے میں خوشی محسوس کرتے۔سلسلہ احمدیہ کے شیدائی، اپنے ملازمان پر ہمیشہ مہربانی فرماتے، گالی دینے سے نفرت کرتے۔ان سے قصور ہو جاتا تو معاف فرماتے۔جب بھی آپ سے ذکر کرتا کہ آپ کے لئے نمازوں میں دعا کیا کرتا ہوں تو اس کے جواب میں ہمیشہ یہ فرماتے کہ خانصاحب

میرے لئے خصوصیت سے یہ دعا کیا کریں کہ میرا انجام بخیر ہو۔''

(الفضل 28 نومبر 1961ء صفحہ 5)

مہمان نوازی

حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کی ایک صفت اکرام ضیف تھی۔ مہمان یا مسافر خواہ امیر ہو یا غریب اس کے کھانے کا انتظام نہایت پرتکلف کرتے تھے بلکہ یہ کوشش کرتے کہ اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلائیں۔ وقت یا بے وقت مہمان نوازی کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے تھے اور گھر والوں کو تاکید کرتے تھے کہ مہمان کی خاطر مدارات میں کوئی فرق نہ آئے۔ مہمان نوازی اس خوشی اور مسرت سے کرتے تھے کہ آنے والے کا دل باغ باغ ہو جاتا تھا۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کی وفات پر تحریر فرمایا:

''غرباء کے ہمدرد، کثرت سے صدقہ خیرات کرنے والے، مہمان نوازی میں طرۂ امتیاز کے حامل، اس قسم کے فدائی اور خلیق میزبان اس زمانہ میں تو شاذ و نادر ہی ہوں گے۔ مہمان کے آرام کا خیال وہم کی طرح سوار ہو جاتا۔ میری طبیعت پر آپ کی مہمان نوازی کا ایسا اثر ہے کہ اگر غیر معمولی مہمان نوازی کا جذبہ رکھنے والے صرف چند بزرگوں کی فہرست لکھنے کو مجھے کہا جائے تو آپ کا نام مَیں اس فہرست میں ضرور تحریر کروں گا۔'' ((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 154)

حضرت مرزا عبدالحق صاحب حضرت میاں صاحب کے جذبۂ مہمان نوازی کے متعلق کہتے ہیں:

''آپ مہمان نوازی کا اعلیٰ جذبہ رکھتے تھے۔ مہمان نوازی کا پورا حق ادا فرماتے۔ ایک شام کو میں گورداسپور سے آیا تو سردی زیادہ تھی۔ مجھے گرم جرابوں کی ضرورت نہ ہوتی تھی اور یہ بات آپ کے لئے باعث تعجب تھی۔ آپ اسی وقت

اندر سے ایک نیا عمدہ گرم جرابوں کا جوڑا لائے اور فرمانے لگے کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے آپ کے پاؤں میں ڈالنی ہیں۔ میں نے ہر چند انکار کیا لیکن آپ کی بات ماننی پڑی اور آپ نے خود وہ جوڑا اس عاجز کو پہنایا۔''

((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 127)

ایک دفعہ آپ کو بعد از عشاء ایک ہم جماعت کے آنے کی اطلاع ملی۔ مصروفیت کے باعث آپ نے فرمایا کہ صبح ناشتہ پر ملاقات ہوگی اور قیام وطعام کا بندوبست کروا دیا۔ ناشتہ پر مہمان کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ کسی کام سے شہر چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اطلاع دی ہوتی۔ یہ تو اچھی بات نہیں اسے جانے کیوں دیا۔ جلدی جاؤ وہ بس سٹاپ پر ہوں گے۔ چنانچہ خادم سائیکل پر جا کر انہیں لے آیا۔ آپ بہت تپاک سے ملے۔ ساتھ ناشتہ کرایا۔ اور بار بار پوچھا کہ آپ ناشتہ کے بغیر کیوں چلے گئے تھے اور پھر گیٹ پر الوداع کہنے گئے۔ ان کے جانے کے بعد فرمایا ''میری یادداشت میں اب تک نہیں آئے۔ انہوں نے ہم مکتب ہونے کا جو کہا ٹھیک ہوگا۔ اسی لحاظ سے میں نے خاطر مدارات کی ہے۔''

دیانت داری وتقویٰ

ایک دفعہ ایک ہندو سیٹھ نے آپ کے اوصاف حمیدہ سے متاثر ہو کر آپ کو اپنے کاروبار میں شریک کر لیا۔ جب محکمہ انکم ٹیکس کو پیش کرنے کے لئے گوشوارے سیٹھ صاحب نے تیار کرنے تھے، سیٹھ صاحب نے عام کاروباری فرموں کی طرح کچھ اس قسم کا حساب تیار کروایا جو حقیقت سے مختلف تھا اور انہوں نے کوشش کی کہ بطور حصہ دار اس سٹیٹمنٹ پر حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب بھی دستخط کر دیں۔ مگر انہوں نے سختی سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ انھوں نے اپنی تمام عمر ایک پیسہ بھی اپنے حق کے علاوہ اور ناجائز حاصل نہیں کیا اور وہ اپنے آپ کو اس قسم کے ناجائز کاموں کے اہل نہیں پاتے۔ باوجود اس حقیقت کے کہ اس کاروبار میں کافی منافع حاصل کیا تھا اور آئندہ بھی بہت بڑے منافع کی توقعات تھیں مگر اس واقعہ کے بعد حضرت نواب محمد عبداللہ خان

صاحب جو بہت پاک باطن بزرگ تھے کی طبیعت اس کاروبار سے نفرت محسوس کرنے لگی اور چند ہی ایام کے بعد آپ نے اس شراکت اور کاروبار سے علیحدگی اختیار کر لی۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کے ماموں زاد بھائی خان رشید علی خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد محترم کی قادیان میں اراضی تھی جو کہ انھوں نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم سے خریدی تھی اور سٹیشن کے قریب ہونے اور شہر کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے وہ زرعی سے سکنی بن گئی تھی۔اس اراضی کی فروخت کا والد صاحب نے اشتہار دیا تو معلوم ہوا کہ بھائی جان مرحوم بھی اس کو خریدنے کے خواہش مند ہیں۔ مجھے یاد ہے اس زمانہ میں ہمارے پھوپھا جان حضرت نواب محمد علی خان صاحب بیمار تھے۔جب والد صاحب کو پھوپھا جان کی بیماری کی خبر دہلی میں ملی تو وہ اس قدر بے چین ہوئے کہ فوراً قادیان روانہ ہو گئے۔خاکسار بھی ان کے ہمراہ قادیان گیا۔ان ہی ایام میں بھائی عبداللہ خان صاحب کی بات چیت اراضی کے متعلق ہوئی اور غالباً ساٹھ ہزار روپیہ میں زمین کا سودا طے ہو گیا اور جہاں تک مجھے یاد ہے بھائی جان نے کچھ رقم بطور بیعانہ دے بھی دی۔ چند روز بعد پھوپھا جان کی علالت تشویشناک صورت اختیار کر گئی اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ کچھ دن ٹھہر کر والد صاحب نے یہ سمجھ کر کہ میاں عبداللہ خان کہ ذمہ داریوں کی نوعیت نواب صاحب کے انتقال کے بعد کچھ مختلف ہو گئی ہے کہا کہ میاں اگر آپ سودا کو منسوخ کرنا چاہیں تو کر لیں۔مگر بھائی جان نے فرمایا کہ **ماموں صاحب! میں نے یہ سودا جب آپ سے کیا ہے تو انشاء اللہ وعدہ کو نبھاؤں گا۔میرے تو تمام سودے اللہ تعالیٰ کے توکل پر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر کام میں فائدہ ہی بخشتا ہے۔** چنانچہ حسب وعدہ 1946ء میں بقایا رقم ادا کر دی اور فرمانے لگے مجھے اس سودے میں بے حد منافع رہا اور میں نے پلاٹ بنا کر زمین سے خوب فائدہ حاصل کیا اور بہت اچھے داموں پر فروخت کی۔اس طرح خدا تعالیٰ تمام عمر ان کی نیک نیتی اور دیانت داری کی وجہ سے ان کو خوب نوازتا رہا۔

(الفضل 22 اکتوبر 1961ء صفحہ 3)

آپ نے ساڑھے پانچ ہزار ایکڑ اراضی ضلع نواب شاہ میں حاصل کی تھی۔لیکن حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر آپ نے اس کا تبادلہ کرا کے نصرت آباد والی اراضی حاصل کی اور جس دوست کو مینیجر مقرر کیا انہیں فرمایا کہ میرے اور آپ کے درمیان اللہ تعالیٰ ضامن ہے۔ اگر آپ میرا حق کسی کو یا کسی کا حق مجھے دیں گے تو بارگاہ الٰہی میں آپ ذمہ دار ہوں گے۔اس منتظم کو بعض شرائط کے پورا کرنے پر سولھواں حصہ دینے کا وعدہ کیا تھا وہ شرائط پوری نہ ہوئی تھیں۔اس بناء پر عدم استحقاق کا مشورہ بعض احباب دیتے تھے لیکن آپ نے پھر بھی اپنا وعدہ پورا کیا۔

((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 130)

اللہ کا تقویٰ

ایک دفعہ ایک کیس میں بیان تحریری دینے کے متعلق آپ کے قانونی مشیر نے ایک ایسی بات تجویز کی جس سے مفہوم ابہام آمیز اور مفید مطلب ہو سکتا تھا اور اسے جھوٹ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔آپ نے مسکراتے ہوئے ان سے فرمایا ”لیکن کیا تقویٰ ہے؟“ اس کے یہ کہنے پر کہ اس طرح بلا وجہ لاکھوں کا نقصان ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔فرمایا ”خواہ لاکھوں کا نقصان ہو۔میں تقوی اللہ کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتا۔“

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ سے بھی تعلق رکھتا ہے جب ان سے اشارۃً یہ کہا گیا کہ ایسا بیان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس طرح ان کے کسی عزیز کا لاکھوں کا نقصان ہو سکتا ہے تو فرمایا: ”**خواہ میرے کسی عزیز ترین عزیز کا لاکھوں روپیہ کا نقصان ہو جائے۔مگر میں کسی امر کے متعلق کوئی ایسا بیان دینے کو تیار نہیں کہ جس میں ذرہ بھی شک واشتباہ کا امکان پایا جائے۔صرف وہ بات کہہ سکتی ہوں کہ جس کا مجھے ذاتی طور پر یقینی علم ہے۔**“

حق گوئی کی برکت

مکرم ومحترم خان شاہد احمد خان صاحب اپنے والد حضرت میاں محمد عبداللہ خان صاحب کی

دیانت کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک دفعہ ان کا کلیم ایک عدالت میں پیش تھا۔ حاکم نے وکیل کے دلائل سن کر فیصلہ کیا کہ اگر نواب صاحب یہ حلف نامہ عدالت میں داخل کر دیں کہ اس کے علاوہ انہوں نے ابھی تک کوئی زمین بطور شیڈول نمبر 6 حاصل نہیں کی تو ان کا اتنے لاکھ کا کلیم منظور کیا جاتا ہے۔ اور اس حلف نامہ کے داخل کرنے کی میعاد صرف چوبیس گھنٹے مقرر کی۔ پڑتال کرنے پر معلوم ہوا کہ قریباً 18 کنال اراضی کسی غلط فہمی کی وجہ سے الاٹ ہو چکی ہے۔ وکیل نے والد صاحب سے کہا کہ زمین ہم واپس کر دیں گے۔ آپ حلف نامہ داخل کر دیجئے۔ والد صاحب نے کہا کہ آپ چوبیس گھنٹے میں اراضی واپس نہیں کر سکتے اور مَیں غلط حلفیہ بیان نہیں دے سکتا۔ اس لئے آپ حلف نامہ میں تحریر کر دیجئے کہ ہمارے پاس اٹھارہ کنال اراضی ہے۔ وکیل نے کہا کہ میرے پیش کردہ دلائل کے بعد آپ کے پاس اگر ایک انچ زمین بھی پائی گئی تو آپ کا کیس خراب ہو جائے گا۔ اور آپ کو ایک پیسہ کا معاوضہ نہیں ملے گا۔ آپ نے جواب دیا کہ مَیں ایسے حلف نامہ پر دستخط کرنے کو ہرگز تیار نہیں۔ اول تو آپ کو جرأت کیسے ہوئی کہ آپ مجھ سے اس قسم کی غلط بیانی کی توقع رکھیں۔ ان حالات میں اگر آپ میری وکالت کے فرائض سرانجام نہیں دے سکتے تو آپ اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے سبکدوش سمجھیں اور پھر مجھ سے کہا کہ ایک حلف نامہ تحریر کر کے لاؤ جس میں لکھو کہ میرے پاس اٹھارہ کنال سے زائد کوئی اراضی نہیں ہے۔ چنانچہ ایسے حلف نامہ پر دستخط کر کے مجھے فرمایا کہ جاؤ اس افسر کے پاس لے جاؤ اور ساتھ ہی بآواز بلند اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

چونکہ آپ کی آخری عمر میں آپ کی جائیداد کا انتظام میرے سپرد تھا اس لئے مجھے بخوبی معلوم تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس حلف نامہ کو افسر کے روبرو پیش کرنے میں مَیں نہایت شرم محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ جب میں نے یہ کاغذ اس کے سامنے پیش کیا تو اس نے پڑھ کر نہایت غصہ سے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ یہ کیا ہے؟ کیا آپ کے وکیل کے تمام دلائل غلط اور بے بنیاد تھے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس حلفیہ بیان کے بعد آپ کو معاوضہ کا ایک پیسہ

تک نہیں مل سکتا۔ میں نے کہا۔ ہاں مجھے سب معلوم ہے۔ اس نے کہا۔ تو پھر آپ کیا سمجھ کر میرے پاس آئے ہیں؟ میں نے جواباً کہا کہ دراصل وکیل کو اس اراضی کے متعلق علم نہیں تھا اور والد صاحب نے حقیقت کو اپنے بیان میں درج کیا ہے اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کا وقت ضائع کیا ہے۔ یہ کہہ کر میں باہر جانے کے لئے دروازہ کی طرف بڑھا۔ ابھی بمشکل دروازہ تک ہی پہنچا تھا کہ افسر موصوف نے بڑی نرمی سے ٹھہرنے کی درخواست کی اور پھر مجھے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے گھنٹی سے اپنے سٹینو کو بلا کر میرے سامنے فیصلہ لکھوایا کہ ہم نے اچھی طرح سے اپنی تسلی کر لی ہے کہ مدعی کے پاس اٹھارہ کنال کے سوا اور کوئی اراضی نہیں۔ اس لئے اس کے کلیم میں سے اٹھارہ کنال کی قیمت وضع کر کے باقی کلیم کا اسے حق پہنچتا ہے۔ ثبوت کے لئے مدعی کا حلفی بیان کافی ہے۔ اس حق گوئی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حالات میں فضل فرمایا۔

((رفقاء) احمد جلد 12 صفحہ 179,180)

میاں عبداللہ خان کے کام تو خدا کرتا ہے

حضرت میاں عبداللہ خان صاحب اس قصے کو بڑے فخر سے بیان کیا کرتے تھے کہ

ایک دفعہ حضرت مصلح موعود نے محمد آباد اسٹیٹ کے کارکنان کو کسی بدانتظامی پر تنبیہ کی اور فرمایا کہ تمہارے قریب ہی میاں عبداللہ خان کی اسٹیٹ نصرت آباد ہے۔ وہ کیسی عمدگی سے اس کا انتظام کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ ذاتی طور پر زیادہ عرصہ وہاں نہیں رہتے اور تمہیں مَیں نے یہاں ہر قسم کی سہولتیں دے رکھی ہیں۔ لیکن پھر بھی تم کام ٹھیک نہیں کرتے۔ جب حضور ناراض ہو چکے تو آخر پر نرمی سے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ میاں عبداللہ خان کے کام تو خدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں اپنے تمام بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نام کتاب .... حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب

طبع .... اول

پبلشر .... قمر احمد محمود

پرنٹر .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

اس کتاب کی طباعت کے لئے قیادت مجلس خدام الاحمدیہ
سمن آباد ضلع لاہور نے اعانت فرمائی ہے۔

فجزاهم الله تعالىٰ احسن الجزاء